Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-3 (July-September 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
August 19, 2025

A Critical Analysis of the Role of "Dakhil" in the Incident of the Ashab-e-Kahf in the Light of Tafseer Tibyan-ul-Quran

تفسیر تبیان القرآن کی روشنی میں واقعہ اصحاب کہف میں دخیل کا تنقیدی جائزہ

Iqra Naheed
Ph.D. Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sialkot
Email: rashidbajwa169@gmail.com

Dr. Muhammad Kalim Ullah Khan
HOD, The Department of Islamic Thought and Civilization (ITC)
University of Management and Technology Sialkot
Email: kalim.ullah@skt.umt.edu.pk

Abstract

The story of Ashab-e-Kahf (Companions of the Cave) in Surah Al-Kahf is one of the most significant narratives in the Qur'an, serving as a subject of discussion among both Muslim and non-Muslim scholars for centuries. The Qur'anic stories are not merely historical accounts but also contain profound theological, moral, and religious lessons. The story of Ashab-e-Kahf emphasizes monotheism, divine power, faith, patience, and the signs of the Day of Judgment. However, over time, many unauthentic narrations and additional details were incorporated into the story, which are not in harmony with the Qur’anic text and appear historically and exegetically weak.

These extraneous elements, classified as dakhil (interpolations), infiltrated the story through public beliefs, sectarian influences, legends, and narrative traditions. Eventually, these additions found their way into various exegetical works. The interpolations often stem from mystical interpretations, baseless assumptions, and Isra'iliyyat (narrations of Jewish or Christian origin), which lack direct correlation with the Qur’an or authentic aḥādīth (Prophetic Traditions). Such additions not only

distorted religious beliefs but also blurred the distinction between reality and fiction.

This study critically analyzes the interpolations found in the Tafsir Tebyān al-Qur’ān regarding the story of Ashab-e-Kahf. The objective is to highlight that the Qur’anic narrative is concise, wise, and comprehensive, and to examine how unnecessary discussions have affected the essence of its message.

Keywords: Ashab-e-Kahf, Interpolations (Dakhil), Isra'iliyyat, Surah Al-Kahf, Qur'anic narrative, Exegesis (Tafsir)

تمہید:

قرآن کریم کی سورتوں میں موجود سورہ کہف میں اصحاب کہف بہت اہم قصہ ہے۔ جو عرصہ دراز سے غیر مسلم اور مسلم محققین کے مابین موضوع بحث رہا ہے۔ قرآن کریم میں جو قصص بیان کیے جاتے ہیں۔ وہ نہ صرف تاریخی بیانات پر مشتمل ہوتے ہیں بلکہ اپنے اندر فکری، اخلاقی، دینی، نکات لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ قصہ اصحاب کہف بھی انہی میں سے ایک ہے۔ جو توحید، اللہ کی قدرت، ایمان، صبر، قیامت کی نشانیوں پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کے اندر بہت سی غیر مستند روایات، اور اضافی تفصیلات شامل ہوتی گئیں۔ جو قرآن میں بیان کردہ قصے سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ اور تاریخی و تفسیری اعتبار سے کمزور معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تمام اضافی تفصیلات جو غیر مستند طریقے سے اصحاب کہف کے قصے میں شامل ہو گئیں "دخیلی عناصر" میں شمار ہوتی ہے۔ جو عوامی عقائد، دشمنان اسلام کی سازشوں، مختلف فرقوں، حکایات اور قصہ گوئی کے ذریعے اس قصے میں شامل ہوئی۔[1] اور آہستہ آہستہ تفاسیر میں بھی جگہ پانے لگی اضافی تفصیلات صوفیانہ تعبیرات، محض قیاسات، اور اسرائیلیات پر مبنی ہوتی ہیں۔ ایسی روایات کا قرآن کے اصل متن اور مستند احادیث سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دخیلی عناصر نے نہ صرف مذہبی عقائد میں خرابی پیدا کی بلکہ حقیقت اور افسانے میں فرق کرنا بھی دشوار کر دیا۔ محققہ اپنی اس تحقیق میں تفسیر "تبیان القرآن" میں موجود دخیلی عناصر کا جائزہ لے گی۔ اور محققہ کی اس تحقیق کا مقصد اس بات کی وضاحت کرنا ہے۔ کہ قرآن کا بیان حکمت، جامعیت واختصار سے بھرپور ہے۔ اور کس طرح غیر ضروری ابحاث نے پیغام کی اصل روح کو متاثر کیا ہے۔

---

[1] https://quranpedia.net/book/511/1/17

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

قصہ اصحاب کہف پر مختلف ادوار میں محققین نے کام کیا ہے۔ قرآن کریم کی تفاسیر میں اس واقعے کی تشریح مختلف مفسرین نے کی ہے، جن میں بعض نے اسرائیلیات اور غیر مستند روایات کو بھی شامل کر لیا، جس کی وجہ سے اس قصے میں دخیلی عناصر کی آمیزش ہوئی۔ امام طبری (839ء- 923ء) نے اپنی تفسیر میں اصحاب کہف کے قصے کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور اسرائیلی روایات کو بھی ذکر کیا، البتہ ان کی صحت پر زیادہ بحث نہیں کی۔ امام ابن کثیر (1301ء-18فروری 1373ء) نے اپنی تفسیر میں اس قصے پر تفصیلی گفتگو کی اور دخیلی عناصر کی نشاندہی کرتے ہوئے اسرائیلیات پر تنقید کی۔ امام قرطبیؒ (1214ء-29اپریل 1273ء) نے بھی سورہ کہف کی تفسیر میں اصحاب کہف کے واقعے پر تفصیل سے بحث کی اور مختلف اقوال کو ذکر کیا۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے "تبیان القرآن" میں اس قصے کو مفصل بیان کیا اور مختلف مفسرین کے اقوال کو ذکر کیا ہے جن میں دخیلی عناصر اور اسرائیلی روایات بھی شامل ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی نے اپنی تفسیر "تدبرِ قرآن" میں قصہ اصحاب کہف کو اس کے حقیقی اور قرآنی تناظر میں پیش کیا، بغیر غیر مستند تفصیلات کے۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بھی اپنی تفاسیر اور خطبات میں اصحاب کہف کی کہانی کو قرآن کے بیان کردہ نکات کی روشنی میں بیان کیا، اور غیر ضروری اضافوں سے اجتناب کیا۔ کلاسیکی تفاسیر میں اصحاب کہف کے واقعے میں غیر مستند تفصیلات شامل ہوئیں، جس کی وجہ سے بعد کے مفسرین کو ان تفصیلات کی چھان بین کرنی پڑی۔ معاصر محققین نے ان دخیلی عناصر کی نشاندہی کی اور اصل قرآنی بیان کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ تاہم، کچھ جدید مفسرین نے سائنس اور تاریخ کے ساتھ اس قصے کی زبردستی تطبیق کی کوشش کی، جو بعض اوقات غیر ضروری تاویلات کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

اس تحقیق میں محققہ "تبیان القرآن" کے تناظر میں دخیلی عناصر کی تحقیق کر کے یہ واضح کرے گی۔ کہ اصحاب کہف کے واقعے کو کس طرح اضافی تفصیلات نے تبدیل کرنے کی کوشش کی، اور اصل قرآنی بیان کو کیسے محفوظ رکھا جا سکتا ہے. کیونکہ یہ وہ واقعہ ہے جس کے گرد بے شمار غیر مستند روایات اور اسرائیلیات جمع ہو گئی ہیں، جنہوں نے اس کے حقیقی اور دقیق فہم کو دھندلا کر دیا ہے۔ ان کی تعداد، نام، دور، اور یہاں تک کہ ان کے کتے کی تفصیلات تک میں بے بنیاد اضافے شامل کر دیے گئے، جبکہ قرآن کا مقصد عبرت اور توحید پر زور دینا تھا، نہ کہ غیر ضروری تفصیلات میں الجھانا۔

منہج:

اس تحقیق میں اصحابِ کہف کے قصے کو سمجھنے کے لیے مختلف علمی طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ سب سے پہلے، توصیفی طریقہ اپنایا گیا ہے، جس میں قرآن میں بیان کردہ اس واقعے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ اس کے بنیادی حقائق واضح ہو سکیں۔ اس کے بعد، تحلیلی طریقہ استعمال کیا گیا ہے، جس کے تحت اس واقعے سے متعلق تفسیری اور تاریخی حوالوں کا مطالعہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف روایات میں پائی جانے والی مماثلتوں اور فرق کو سمجھا جا سکے۔ پھر، تقابلی طریقہ اپناتے ہوئے اسلامی اور غیر اسلامی حوالوں کا موازنہ کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ واقعہ مختلف ذرائع میں کس طرح بیان کیا گیا ہے اور کون سے بیانات زیادہ مستند ہیں۔ ساتھ ہی، تنقیدی طریقہ اختیار کرتے ہوئے کمزور اور غیر معتبر روایات کو پرکھا گیا ہے اور اسرائیلی روایات یا اضافی باتوں کی حقیقت جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخر میں، استنتاجی طریقہ استعمال کرتے ہوئے تحقیق کے نتائج اخذ کیے گئے ہیں تاکہ اس واقعے کو ایک منطقی اور مدلل انداز میں سمجھا جا سکے۔ اس پورے تحقیقی عمل کا مقصد یہ ہے کہ اصحابِ کہف کے قصے کو علمی بنیادوں پر جانچا جائے اور اس کے اصل مفہوم کو صحیح طریقے سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

مصنف کا تعارف:

علامہ سعیدی کا نام ان کے والد محترم نے پہلے "احمد منیر" رکھا تھا بعد ازاں آپ کا نام "شمس الزمان نجمی" رکھ دیا گیا۔ لیکن جب آپ کی عمر مبارک 21 سال ہوئی تو عبادت و ریاضت کی طرف راغب ہوئے۔ تو آپ نے خود اپنا نام تبدیل کر کے "غلام رسول" رکھ دیا۔ آپ علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی کے دست حق پر بیعت ہوئے تھے۔ اور اسی نسبت سے خود کو سعیدی کہلاتے تھے۔ اس کے بعد سے آپ "غلام رسول سعیدی" کے نام سے معروف ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ لاہور میں مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔[2] علامہ غلام رسول سعیدی نے تدریس کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، اسی طرح انہوں نے تصنیف و تالیف میں بھی گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں، ان کی تمام تصنیفات اردو زبان میں ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں: تبیان

---

[2] جمعۃ المبارک، 10 رمضان 1365ھ بمطابق 14 نومبر 1937ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔| سعیدی، علامہ، غلام رسول، تبیان الفرقان، ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، کراچی پاکستان، ج: 1، ص: 43
Saidi, Allama, Ghulam Rasool, Tibyan Al-Furqan, Zia-ul-Qur'an Publications, Lahore, Karachi Pakistan,Vol 1, p. 74-75

القرآن: یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے جو بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ توضیح البیان، تبیان الفرقان، نعمت الباری فی شرح البخاری، شرح صحیح مسلم، تذکرة المحد ثین ، مقالاتِ سعیدی وغیرہ۔[3]

تفسیر "تبیان القرآن" کا تعارف:

یہ قرآن کریم کی تفسیر "تبیان القرآن" ہے، جو علامہ غلام رسول سعیدی نے تصنیف کی۔ یہ اردو زبان میں ان کی بہترین تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں قدیم وجدید علوم ومسائل کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر فرید بک اسٹال، لاہور۔ پاکستان سے بارہ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے، جن میں سے ہر جلد تقریبا 800 سے 1000 صفحات یا اس سے زیادہ پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں مقدمہ اور سورة الفاتحہ و سورة البقرہ کی تفسیر شامل ہے۔ یہ تفسیر ایک مفصل مقدمے پر مشتمل ہے، جس میں علوم القرآن کے مباحث شامل کیے گئے ہیں، جیسے وحی کا مفہوم، اس کی ضرورت اور اس کی اقسام، قرآن کا تعارف، اس کے اسماء وفضائل، اعجاز القرآن، تحقیقِ نسخ، اور اسبابِ نزول، مکی ومدنی سورتوں کی وضاحت، قرآن کا جمع وتدوین اور سات حروف پر نازل ہونے الفاظ اور حروف کی تعداد، نقطہ واعراب کی وضاحت، قرآن کے مضامین کا اجمالی بیان، تفسیر وتاویل کا مفہوم اور ان کے درمیان فرق، تفسیر قرآن کی فضیلت اور اس کی مشروعیت، مفسرین کے طبقات اور تفسیر کے اصل مآخذ، قرآن کی تفسیر کے لیے ضروری علوم، باقی جلدوں میں قرآن کی دیگر سورتوں کی تفسیر شامل ہے۔

تفسیری اسلوب:

مصنف نے اپنی تفسیر "تبیان القرآن" میں ایک آسان اور سادہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ وہ ہر سورہ کے آغاز میں اس کا نام اور اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔ آیات کی تعداد ذکر کرتے ہیں۔ مکی یا مدنی ہونے کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس کے نزول کا سبب بیان کرتے ہیں۔ اس سورہ سے متعلق احادیث ذکر کرتے ہیں۔ سورہ کا نزولی ترتیب اور مصحفی ترتیب میں نمبر بتاتے ہیں۔ سورتوں کے درمیان مناسبت واضح کرتے ہیں۔ سورہ کے اہم موضوعات اور مرکزی

---

[3] سعیدی، تبیان الفرقان، ج:1، ص:74،75

Saidi, Tibyan Al-Furqan, Vol 1, p. 74-75

عناوین بیان کرتے ہیں۔ پھر اگر سورہ چھوٹی ہو تو اسے مکمل ذکر کرتے ہیں، اور اگر لمبی ہو تو کچھ آیات پیش کرتے ہیں، پھر ان کا آسان ترجمہ کرتے ہیں۔

اس کے بعد وہ تفصیل سے تفسیر بیان کرتے ہیں اور آیات سے متعلقہ احکام و مسائل کو وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

دخیل کا مفہوم:

لغوی تعریف:

یہ "فعیل" کے وزن پر "الدَّخْل" سے ماخوذ ہے، جس کا بنیادی مطلب "داخل ہونا" ہے۔ عربی زبان میں "الدَّالُ وَالْخَاءُ وَاللَّامُ" ایک مستقل اور قیاسی اصل رکھتے ہیں، جس کا مطلب "کسی چیز میں داخل ہونا" ہے۔ "الدَّخَلُ" کا مطلب حسب و نسب میں عیب بھی ہوتا ہے، گویا کسی ایسی چیز کا شامل ہو جانا جو اس میں نقص پیدا کر دے۔ اسی طرح "المدخول" کو "المهزول" (یعنی کمزور) بھی کہا جاتا ہے، اور یہی درست مفہوم ہے، کیونکہ اس میں گویا کوئی ایسی چیز داخل ہو گئی ہے جس نے اسے کمزور کر دیا ہے۔ "دُخِلَ فُلَانٌ" (یعنی فلاں شخص کو دَخَل لاحق ہوا) کہا جاتا ہے جب اس کے عقل میں خرابی یا خلل پیدا ہو جائے، اور "فلاں قبیلہ، فلاں قبیلے میں دَخِیل ہے" کا مطلب ہے کہ وہ ان کے ساتھ نسبت اختیار کر لے۔ اسی طرح "نَخْلَةٌ مَدْخُولَةٌ"[4] اس کھجور کے درخت کو کہا جاتا ہے جو اندر سے سڑ چکا ہو۔ لہٰذا، "الدَّخِيل" کا مطلب ہے: "وہ چیز جو کسی شے میں داخل ہو، حالانکہ وہ اس کا حصہ نہ ہو، اور اس کے باعث خلل یا بگاڑ پیدا کر دے، جس سے وہ چیز ناقص یا عیب دار ہو جائے۔" اس لفظ کی اصل یہ ہے کہ اسے "خرابی، پوشیدہ دشمنی، اور نسب میں جھوٹی نسبت اختیار کرنے[5]" کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں "دَخَلًا" کا مطلب "مكرا وخديعة وغشاً وخيانةً"[6] کے طور پر آیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[4] ابن فارس، احمد بن فارس بن زکریاء، ابوالحسین، معجم مقاییس اللغۃ، تحقیق وضبط: عبدالسلام محمد ھارون، دارالفکر، ج 1، ص 335

Ibn Faris, Ahmad bin Faris bin Zakariya, Abu Al-Husain. Mu'jam Maqayis Al-Lughah, Tahqiq wa Dabt: Abdul Salam Muhammad Harun, Dar Al-Fikr, Vol 1, p. 335

[5] الفیروزآبادی، مجدالدین محمد بن یعقوب (817ھ)، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الكتاب العزیز، تحقیق: محمد علی النجار، المجلس الاعلی للشوون الاسلامیۃ، القاهرة، ط:3، 1416ھ- 1996ء، ج:2، ص:590

Al-Fayruzabadi, Majduddin Muhammad bin Ya'qub (817H). Basa'ir Dhuway Al-Tamyeez fi Lata'if Al-Kitab Al-Aziz, Tahqiq: Muhammad Ali Al-Najjar, Al-Majlis Al-A'la li Al-Shu'un Al-Islamiyyah, Al-Qahirah, 3rd Edition, 1416H/1996, Vol 2, p. 590

"تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ"[7]

"وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ"[8]

پس، "الدَّخَل" کا خاصہ یہ ہے کہ یہ صحیح فہم، درست تفسیر اور نیک نیتی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اسی سے ہم "فکر دخیل" اور "علوم دخیلہ" جیسے الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہاں "دخل" کا مطلب دھوکہ، مکر، خیانت اور دھاندلی لیا گیا ہے۔

اصطلاحی تعریف:

وفي الاصطلاح: "هو ما نقل من التفسير ولم يثبت نقله أو ثبت ولكن على خلاف شرط القبول أوما كان من قبيل الرأي الفاسد"[9]

ترجمہ: اصطلاح میں دخیل اس تفسیر کو کہا جاتا ہے جو نقل تو کی گئی ہو، لیکن اس کا ثبوت معتبر نہ ہو، یا وہ ثابت ہو مگر قبولیت کی شرط کے خلاف ہو، یا وہ فاسد رائے پر مبنی ہو۔

دخیل کی اقسام:

دخیل کی دو اقسام ہیں:

1. دخیل فی الماثور
2. دخیل فی الرائے

1. دخیل فی الماثور:

دخیل فی الماثور میں مختصراً درج ذیل سات اقسام شامل ہیں:

---

[6] ایضاً

Aydan

[7] القرآن، سورۃ النحل 16: 92

Al-Qur'an, Surah An-Nahl 16:92

[8] القرآن، سورۃ النحل 16: 94

Al-Qur'an, Surah An-Nahl 16:94

[9] ابراہیم خلیفہ، الدکتور، الدخيل في التفسير، الجامعہ اسلامیہ العالمیہ اسلام آباد، مکتبہ نور، ج 1، ص: 4

Ibrahim Khalifa, Dr. Ad-Dakhil fi At-Tafsir, Al-Jami'ah Al-Islamiyyah Al-Alamiyyah Islamabad, Maktabah Noor, Vol 1, p. 4

1. نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹے منسوب کیے گئے احادیث (موضوعات)۔

2. ضعیف احادیث، خاص طور پر وہ جن کی کمزوری قابل اصلاح نہ ہو۔

3. ایسی اسرائیلی روایات جو قرآن یا سنت کے خلاف ہوں، یا جن کی موافقت یا مخالفت معلوم نہ ہو، یعنی وہ روایات جن پر سکوت اختیار کیا گیا ہو۔ البتہ ایسی اسرائیلی روایات جو ہمارے دین کی موافق ہوں، انہیں دخیل میں شامل نہیں کیا جاتا۔

4. وہ اقوال جو صحابہ کرام سے منسوب کیے گئے لیکن ثابت نہیں۔

5. وہ اقوال جو تابعین سے منسوب کیے گئے لیکن ان کی تصدیق نہیں ہوئی۔

6. وہ اقوال صحابہ کرام کے جو قرآن، سنت، یا عقل کے ساتھ حقیقی طور پر متعارض ہوں اور ان کے مابین تطبیق ممکن نہ ہو۔

7. وہ اقوال تابعین کے جو قرآن، سنت، اقوال صحابہ، یا عقل کے ساتھ حقیقی طور پر متعارض ہوں۔[10]

2. دخیل فی الرائے:

دخیل فی الرائے کے درج ذیل اقسام ہیں، جو اس کے وجود کے اسباب کو بھی واضح کرتے ہیں، اور ان اقسام کے پیچھے اکثر حسد یا جہالت کا عمل دخل ہوتا ہے:

1. آیاتِ الٰہی میں الحاد: کچھ فرقے، جنہوں نے اسلام کی شریعت کا انکار کیا اور حسد و الحاد سے بھرے ہوئے تھے، انہوں نے قرآن کی باطل تاویلات اور اپنے دلوں کے بغض کو ظاہر کیا۔

2. نقل شدہ باتوں کو ظاہری مفہوم میں لینا: بغیر یہ دیکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے شایان شان ہے یا نہیں۔

3. شرعی نصوص کو ان کے اصل معانی سے بدل دینا یا ان کی ظاہری تشریح کو معطل کرنا۔

4. بلا دلیل نصوص کے باطنی معانی میں حد سے تجاوز کرنا۔

---

[10] عبدالرحیم، ابوعلبۃ، الدخیل فی التفسیر، الموسوعۃ القرآنیۃ، ج: 1، ص: 14
Abdul Rahim, Abu Ulibah, Al-Dakhil fi Al-Tafsir, Vol 1, p. 14

5. زبان، نحو، اور اعراب میں بے جا غلو: حتیٰ کہ قواعدِ زبان و بیان سے ہٹ کر تفسیریں پیش کی گئیں۔

6. تفسیر قرآن بغیر علم کے کرنا: مفسر کی شرائط اور ضروری علوم کو پورا کیے بغیر قرآن کی تشریح۔

7. قرآن اور سائنسی نظریات کے درمیان زبردستی مطابقت پیدا کرنا: بعض لوگ جدید سائنسی دریافتوں کو قرآن کی آیات پر زبردستی منطبق کرتے ہیں، حالانکہ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں[11] اور قرآن: لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ [12]

قرآن کی روشنی میں قصہِ اصحاب کہف کا خلاصہ:

سورۃ الکہف میں قصہِ اصحاب کہف بیان کیا گیا ہے۔[13] یہ حقیقت پر مبنی ایک قصہ ہے۔ جو چند نوجوانوں کے ایمان کی حالت کو پیش کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے ان نوجوانوں کو ایمان پر ثابت قدم رکھا اور ان کو آپس میں محبت عطا فرمائی جب یہ اپنے وقت کے طاغوت کے سامنے کھڑے ہوئے۔ تو انہوں نے ثابت قدمی کے ساتھ اللہ رب العزت کی جانب رجوع کیا۔ تا کہ ان کے لیے نجات کے راستے آسان کر دے۔ تو اس حق کے راستے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے غار کی راہ ہموار کی۔ تا کہ وہ اس غار میں کچھ عرصہ تک پناہ لے سکیں۔ جب وہ نوجوان غار میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر نیند کو طاری فرما دیتے ہیں۔ اور سورج کو اس طرح ان پر مقدر فرماتے ہیں کہ سورج کی شعائیں ان پر پڑیں لیکن ان کے جسم جلنے نہ پائیں۔ اور وہ آرام کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو ان کی جانب لوٹا دیتے ہیں۔ وہ اٹھتے ہیں آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ کہ وہ کتنے عرصے تک سوئے رہے پھر اس گفتگو کو ختم کرتے ہوئے عملی کام کی طرف بڑھتے ہیں یعنی شہر سے کھانا لانے کے لیے وہ ایک شخص کو بھیجتے ہیں۔ اس وقت چونکہ بہت وقت گزر جانے کی وجہ سے شہر کے لوگ بدل چکے ہوتے ہیں۔ اور حالات بھی تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور وہ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ ان کا راز فاش نہ ہو جائے تا کہ وہ فتنے میں نہ پڑ جائیں۔

---

[11] عبدالرحیم، ابوعلبۃ، الدخیل في التفسیر، الموسوعۃ القرآنیۃ، ج: 1، ص: 15
Abdul Rahim, Abu Ulibah, Al-Dakhil fi Al-Tafsir, Vol 1, p. 15

[12] القرآن، سورۃ فصلت 42:41
Al-Qur'an, Surah Fussilat 41:42

[13] القرآن، سورۃ الکہف 9-26:15
Al-Qur'an, Surah Al-Kahf 15:9-26

اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ اس مؤمن گروہ کوایک نشانی بنادے تاکہ لوگوں کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ انسان موت کی طرح سوتے ہیں۔ اور بیداری کی طرح اٹھتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے اور اس کا حساب لیا جائے گا چنانچہ نوجوانوں کا راز کھلتا ہے اور لوگ غار کے ساتھیوں کی کہانی پر خبر پاتے ہیں اور سچائی سامنے آجاتی ہے اور لوگ نوجوانوں کے بارے میں ان کی تعداد کے بارے میں بحث کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے کہ ایسی باتوں میں نہ پڑیں جنہیں جاننا ممکن نہیں ہے۔ اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی تفصیل بیان نہیں فرمائی لہذا اس کی تفصیل میں جانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ عبرت حاصل کرنے پر مرکوز ہے نہ کہ واقعات کی جزئیات اور ان کے حواشی پر۔

واقعہ اصحاب کہف میں دخیل روایات:

تفسیرِ تبیان القرآن کی روشنی میں واقعہ اصحاب کہف کا خلاصہ:

صاحبِ تبیان القرآن قصہ اصحاب کہف کو تفصیل سے اپنی تفسیر میں "البحر المحیط" سے نقل کرتے ہیں: کہ علامہ ابن حیان اندلسی کے مطابق، یہ واقعہ اندلس میں پیش آیا۔ ان کے مطابق، غرناطہ کے قریب "لوشہ" نامی قصبے میں ایک غار ہے، جہاں کئی انسانی ڈھانچے موجود ہیں اور غار کے دہانے پر ایک کتے کا ڈھانچہ بھی پایا جاتا ہے۔ غرناطہ کے جنوب میں ایک قدیم شہر کے کھنڈرات بھی ملتے ہیں، جسے "مدینہ دقیوس" کہا جاتا ہے۔ ابن حیان نے ذکر کیا ہے کہ ان کے زمانے میں لوگ اس غار کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ رومی سلطنت کے زیر نگیں ایشیائے کوچک کے کئی شہروں میں عیسائی آباد تھے۔ جب دقیانوس نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے عیسائیوں کو ان کے مذہب سے منحرف کرنے کی مہم شروع کی، تو انہیں حکم دیا گیا کہ اگر وہ زندگی چاہتے ہیں تو اپنے عقیدے کو ترک کر کے بتوں اور دیوی دیوتاؤں کی پرستش کریں۔ ڈیسیس جب بھی سلطنت کا دورہ کرتا، تو اس کام کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا۔ ایک مرتبہ وہ افیس (Ephesus) کے مقام سے گزرا، جو آرٹیمس یا ڈائینا دیوی کے مشہور مندر کی وجہ سے شہرت رکھتا تھا۔ یہاں جب عیسائیوں پر ظلم وستم بڑھا، تو کچھ نوجوان اپنے ایمان کو محفوظ رکھنے کے لیے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ قریب ہی ایک پہاڑی تھی، جس میں ایک وسیع غار تھا۔ وہ اس میں جا چھپے اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کرنے لگے کہ وہ انہیں اس ظالم بادشاہ کے جبر سے محفوظ رکھے اور انہیں ایمان سے محروم ہونے سے بچائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آزمائش کے وقت وہ کمزور پڑ جائیں اور حق کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان پر گہری نیند طاری کر دی۔ یہ غار شمال کی سمت تھا، جس کی وجہ سے سورج کی تیز روشنی اندر داخل نہ ہوتی، لیکن ہوا اور روشنی کا گزر تھا، اس لیے طویل عرصے تک سونے کے باوجود ان کے جسم

سلامت رہے۔ قدرتی طور پر وقتاً فوقتاً ان کے پہلو بدلے جاتے، جیسے نیند میں کروٹ لی جاتی ہے۔ باہر سے دیکھنے والے انہیں جاگتا ہوا محسوس کرتے، حالانکہ وہ محوِ خواب تھے۔ ایک کتا بھی ان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ انہوں نے اسے ہٹانے کی کوشش کی، مگر وہ ساتھ ہی رہا اور غار کے دہانے پر بیٹھ کر پہرہ دینے لگا۔ یوں، وہ نوجوان طویل عرصہ خوابیدہ رہے۔ اس دوران کئی بادشاہ آئے اور چلے گئے۔ پرانے شہر اجڑ گئے، نئی بستیاں آباد ہوئیں۔ دو صدیوں میں افیس میں بھی بہت کچھ بدل چکا تھا۔

جب اللہ کی مرضی ہوئی، تو وہ بیدار ہو گئے۔ آنکھ کھلنے پر انہیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ کچھ زیادہ دیر سوئے ہیں، لیکن ان کے گمان میں بھی نہ تھا کہ صدیوں بیت چکی ہیں۔ وہ آپس میں پوچھنے لگے کہ وہ کتنی دیر تک سوئے رہے۔ آنکھ کھلنے کے ساتھ ہی بھوک بھی محسوس ہوئی، چنانچہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی، یملیخاہ، کو کھانے کے لیے شہر بھیجا۔ جب یملیخاہ شہر پہنچا، تو اسے ہر چیز بدلی ہوئی محسوس ہوئی۔ پہاڑ اور وادیاں تو ویسی ہی تھیں، مگر ماحول مکمل طور پر اجنبی لگ رہا تھا۔ گلیاں، بازار، عمارتیں سب کچھ مختلف تھا۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ چند گھنٹوں میں یہ سب کچھ کیسے بدل گیا۔ ایک نانبائی کی دکان پر جا کر اس نے کھانے کے بدلے وہی سکہ دیا جو ان کے زمانے میں رائج تھا۔ دکاندار اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا، اور ارد گرد کے لوگ بھی جمع ہو گئے۔ لوگوں کو شبہ ہوا کہ شاید یملیخاہ کو کہیں سے قدیم خزانہ مل گیا ہے۔ معاملہ طول پکڑ گیا اور حاکمِ شہر تک جا پہنچا۔ وہاں جا کر حقیقت کھلی کہ وہ انہی نوجوانوں میں سے ایک ہے جو دقیانوس کے مظالم سے فرار ہو کر ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ یہ خبر پھیلتے ہی لوگ بے حد خوش ہوئے اور غار کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف غار میں موجود ساتھی اپنے رفیق کی غیر حاضری سے پریشان ہو چکے تھے۔ جب انہیں ہجوم آتا دکھائی دیا، تو انہیں لگا کہ شاید ان کا ساتھی گرفتار ہو گیا ہے اور دشمن انہیں پکڑنے کے لیے آ رہے ہیں۔ مگر جب حاکم شہر اور عوام وہاں پہنچے، تو اصحابِ کہف کو معلوم ہوا کہ اب صدیاں بیت چکی ہیں اور حالات مکمل طور پر بدل چکے ہیں۔ عیسائیت کو نہ صرف عوام بلکہ حکومت بھی قبول کر چکی تھی۔ مورخین کے مطابق، یہ واقعہ 437ء میں پیش آیا، جب روم میں تھیوڈوسیس حکمران تھا۔ مفسرین اور مورخین نے اصحابِ کہف کے مقام اور دور کے حوالے سے مختلف آراء پیش کی ہیں۔ کچھ اسے حضرت عیسیٰؑ کے بعد کا واقعہ قرار دیتے ہیں، کچھ کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ خلیج عقبہ کے قریب کسی پہاڑ میں پیش آیا۔[14]

---

[14] سعیدی، علامہ، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور، ص 53-54
Saidi, Allama, Ghulam Rasool, Tibyan Al-Qur'an, Fareed Book Stall, Urdu Bazar Lahore, p54:-53

تحقیق و تنقید:

اصحاب کہف کی کہانی مسیحی، یونانی، سریانی، حبشی اور آرمینیائی ذرائع میں "ایفسس کے سات سونے والے " یا "سات نائمین " کے نام سے مشہور ہے۔ اس قصہ میں بہت سی باتیں اہل کتاب کی روایات سے مشابہت رکھتی ہیں۔ اگر عیسائی اور اسلامی روایات کا موازنہ کیا جائے تو کئی امور میں مماثلت نظر آتی ہے، جیسے: یہ واقعہ ایفسس (Ephesus) میں پیش آیا۔ بادشاہ دقیانوس کے عہد میں نوجوان اپنے دین کی حفاظت کے لیے شہر سے بھاگے۔ فوج نے ان کا تعاقب کیا اور انہیں غار میں تلاش کر لیا۔ بادشاہ نے ان کے غار کا دہانہ بند کروا دیا۔ اصحاب کہف طویل عرصے تک غار میں سوتے رہے۔ حتی کہ ان کے نام بھی تقریباً وہی ہیں جو عیسائی روایات میں مذکور ہیں۔[15] اسی طرح روما کے بادشاہ کا نام تھیوڈوسس بتانا۔ یہ تمام روایات ایسی ہیں جو اسرائیلی روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ اس کے علاوہ، وہب بن منبہ اور ابن عباس کی روایات بھی نقل کی گئی ہیں: یہ کون لوگ تھے؟ ان کی حقیقت کیا تھی؟ وہ کس زمانے میں تھے؟ کہاں مقیم تھے؟ ان کی پیدائش کس دور میں ہوئی؟ ان کی تعداد کتنی تھی؟ ان کے نام کیا تھے؟ ان کے کتے کا نام کیا تھا؟ اس کا رنگ کیسا تھا زرد یا سرخ؟[16]

ان تمام سوالات کے جوابات ان روایات میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جبکہ قرآن نے عمداً انہیں پوشیدہ رکھا ہے اور ان کی وضاحت نہیں کی۔ اسی طرح، احادیثِ صحیحہ میں بھی ان نکات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔ جب یہ دونوں مستند ذرائع اس معاملے میں خاموش ہیں، تو یہ واضح ہے کہ یہ تفصیلات کسی غیر معتبر ذریعے سے لی گئی ہوں گی۔ اسی وجہ سے، نہ ان روایات کی تصدیق ممکن ہے اور نہ ہی ان کی تکذیب کی جا سکتی ہے۔

ان روایتوں کی حیثیت جانچنے کے لیے، محققہ ایک مختصر مثال پیش کرتی ہے:

---

[15] السامرائی، محمد رجب، اسماء فی القرآن الکریم، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت: لبنان، ط:1، 1426ھ – 2005ء، ص: 21-22
Al-Samarrai, Muhammad Rajab. Asma' fi Al-Qur'an Al-Karim, Dar Al-Basha'ir Al-Islamiyyah, Beirut, Lebanon, 1st Edition, 1426H/2005, p. 21-22.

[16] اسیر ادروی، مولانا، محمد نظام الدین، تفسیروں میں اسرائیلی روایات، مکتبہ عثمانیہ، ص:255
Asir Adrwi, Maulana Muhammad Nizamuddin. Tafaseeron Mein Isra'ili Riwayat, Maktaba Usmaniyyah, p. 255

> "ابن حاتم نے سفیان کے طریق سے ایک روایت ذکر کی ہے، سفیان نے کہا کہ کوفہ میں عبید نام کا ایک شخص تھا، جسے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا گیا اور نہ کبھی کسی نے اس کو جھوٹا کہا اور نہ جھوٹا سمجھا، اس شخص نے کہا کہ میں نے اصحاب کہف کے کتے کو دیکھا، وہ سرخ رنگ کا تھا، جیسے انجبانی کپڑے کا رنگ ہوتا ہے"[17]

اب اگر اس روایت میں ذرا سا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ کوئی معتمد اور سچا آدمی یہ دعویٰ کیسے کر سکتا ہے کہ اس نے کئی سو سال بعد عہدِ اسلامی میں اصحابِ کہف کے کتے کو دیکھا تھا؟ جبکہ تاریخی روایات میں اس واقعہںکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کا بتایا جاتا ہے، اور اگر بالفرض یہ ان کی امت کا واقعہ بھی ہو، تب بھی اس پر صدیاں بیت چکی تھیں۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اصحابِ کہف پر بعد میں موت طاری کر دی گئی، تو پھر ان کا کتا کیسے زندہ رہ سکتا تھا؟ مزید یہ کہ عبید نے اگر واقعی اس کتے کو دیکھا، تو اسے کیسے پہچان لیا کہ یہ اصحابِ کہف کا ہی کتا ہے؟ اگر یہ کوئی خارقِ عادت کرامت تھی، تو اس کا چرچا ضرور ہوتا، اور بہت سے لوگ حیرت و استعجاب کے ساتھ اسے دیکھتے، لیکن کسی اور روایت میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ راوی نے اکیلے اصحابِ کہف کے کتے کو دیکھا۔ کیا عقلِ سلیم ایسی باتوں کو قبول کر سکتی ہے؟ کسی صحیح حدیث سے ایسی روایات کی تائید نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ بے بنیاد حکایات ہیں، جو محض زیبِ داستان کے لیے بیان کی جاتی ہیں۔

لفظِ رقیم کی تشریح میں اسرائیلی روایات:

تبیان القرآن کے مصنف الرقیم کے بارے میں روایت بیان فرماتے ہیں کہ علامہ ابن عطیہ نے کہا: "میں ان کے غار میں داخل ہوا اور میں نے ان کو دیکھا تقریباً ساڑھے پانچ سو سال سے وہ اسی حال میں ہیں، اس غار کے اوپر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے اور اس کے قریب ایک رومی عمارت بنی ہوئی ہے جس کا نام الرقیم ہے۔"[18] اور ابن جریر کی یہ رائے نقل فرماتے ہیں کہ: "الرقیم وہ مرقوم ہے جس پر اصحاب کہف کے اسماء اور ان کو پیش آنے والا واقعہ لکھا ہوا تھا۔

[17] اسیر ادروی، تفسیروں میں اسرائیلی روایات، مکتبہ عثمانیہ، ص: 256

Asir Adrwi. Tafaseeron Mein Isra'ili Riwayat, Maktaba Usmaniyyah, p. 256

[18] ایضاً، ص 49-50

Aydan,p: 49-50

Saidi, Allama, Ghulam Rasool, Tibyan Al-Qur'an, Fareed Book Stall, Urdu Bazar Lahore, p:49-50

اور وہ ان کے بعد والے لوگوں نے لکھا تھا۔" مذکورہ بالا روایات کے علاوہ اور دوسری روایات بھی اس بارے میں نقل کی گئی ہیں۔ کلمہ "الرقیم "فعیل ہے۔ جو مفعول کے معنی میں آتا ہے، یعنی "مر قوم"۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و ما أدراك مَا عَلِيُّونَ - كِتَابٌ مَرْقُومٌ- يَشْهَدُهُ المقربون[19]

ایک اور جگہ فرمایا:

وَ مَا اَدرٰىکَ مَا سِجِّیۡنٌ- کِتَابٌ مَّرۡقُوۡمٌ [20]

یہاں مرقوم کا مطلب "لکھا ہوا" یا "مر قم " ہے، یعنی یہ لفظ مفعول ہے۔ لیکن "الرقیم " کے بارے میں تفاسیر میں بہت غیر مستند روایات ذکر کی گئی ہیں۔ جیسے ابن جریر نے "الرقیم " کے معنی میں مفسرین کے درمیان اختلاف ذکر کیا، انہوں نے اس کے بارے میں تین مختلف روایات نقل کی ہیں:[21]

الرقیم: ایک گاؤں یا وادی ہے۔

الرقیم: ایک کتاب ہے۔

الرقیم: اصحاب کہف کا پہاڑ ہے۔

ابن عباس "الرقیم " کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "کہف وہ پہاڑ ہے جس میں غار ہو۔ اور رقیم ایک رنگ کی تختی تھی جس میں اصحاب کہف کے نام لکھے تھے اور سب قصہ مر قوم تھا۔ بعض رقیم اس وادی کا نام بتاتے ہیں جہاں اصحاب کہف ہیں، بعض شہر کا نام کہتے ہیں"۔[22] امام مجاہد رقیم کی تفسیر میں لکھتے ہیں: کہ رقیم وہ کتبہ تھا جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے تھے۔ مزید لکھتے ہیں کہ وہ وادی تھی جس میں ان کا غار تھا۔[23]

---

[19] القرآن، سورۃ المطففین 19-21:83
Al-Qur'an, Surah Al-Mutaffifin 83:19-21

[20] القرآن، سورۃ المطففین 8-9:83
Al-Qur'an, Surah Al-Mutaffifin 83:8-9

[21] الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، تفسیر الطبری، تحقیق: الترکی، الدکتور، عبداللہ بن عبدالمحسن، القاھرۃ 1422ھ- 2001ء، ص:157
Al-Tabari, Muhammad bin Jarir, Abu Ja'far. Tafsir At-Tabari, Tahqiq: Dr. Abdullah bin Abdul Mohsin, Al-Qahirah, 1422H/2001, p. 157

[22] ابن عباس، حضرت، عبداللہ، تفسیر ابن عباس، مترجم، بدایوانی، قادری، مولانا، محمد عبدالمقتدر، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور، ص:191
Ibn Abbas, Hazrat Abdullah, Tafsir Ibn Abbas, Tarjumah: Maulana Muhammad Abdul Muqtadir Qadri Badaiwani, Fareed Book Stall, Urdu Bazar Lahore, p. 191

تحقیق وتنقید:

ان میں سے اکثر روایات ضعیف ہیں۔ کیونکہ ان کی اسناد کے بارے میں علماء نے شکوک وشبہات ظاہر کیے ہیں، جیسے عطیہ بن سعد[24] یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن کی نہ تو تصدیق کی جاسکتی ہے اور نہ ہی تردید، لیکن بہرحال قرآن کی حقیقت ان پر منحصر نہیں ہے۔ اس لیے اگر یہ روایتیں بیان نہ کی جاتیں تو زیادہ مناسب ہوتا۔ قرآن نے صاف الفاظ میں نبی کریمؐ سے فرمادیا ہے کہ ان کی صحیح تعداد صرف اللہ ہی جانتا ہے، اور چند افراد کے سوا کسی کو ان کے بارے میں مکمل علم نہیں۔ لہٰذا، اس معاملے میں غیر ضروری بحث میں نہ پڑو اور نہ ہی کسی سے اس بارے میں سوالات کرو، کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اسی لیے بلاوجہ کی بحث اور سوال وجواب سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ مولانا محمد نظام الدین اسیر ادروی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ان روایتوں میں زیادہ تر حصہ انہیں کا ہے، جو اہل کتاب نے بیان کرتے تھے، جب وہ اسلام لائے تو ان واقعات کو مجلسوں میں بیان کرنے لگے، واقعہ کی تعجب خیزی اور حیرت ناکی کی وجہ سے صحابہ کرام اور تابعین کی یادداشتوں میں یہ واقعات محفوظ رہ گئے اور انہوں نے تفاسیر میں بھی انہیں بیان کر دیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حضرات اس کی صداقت پر یقین رکھتے تھے، بلکہ اس کی تصدیق وتکذیب سے الگ ہو کر جو دوسروں سے سنا تھا، اس کا ذکر کر دیا۔" حافظ ابن کثیر کی بھی یہی رائے ہے: کہ "اس سلسلے کی بیشتر روایتیں درست نہیں ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں ان پر بحث کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ روایتیں اہل کتاب سے ماخوذ ہیں۔"[25] جو روایات الرقیم کے بارے میں آئی ہیں، ان میں حق اور باطل دونوں باتیں ہیں، اور کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جو سچ اور جھوٹ دونوں ہو سکتی ہیں۔ ان روایات کا جاننا ہمارے لیے ضروری نہیں، اور قصہ کی تفسیر ان پر موقوف نہیں ہے۔ آیات کی سمجھ

---

[23] حدثنا الحسين بن يحيى، قال: أخبرنا عبدالرزاق، قال: أخبرنا معمر عن ابن أبي نجيح عن مجاهد في قوله (والرقيم) قال: يقول بعضهم: الرقيم: كتاب تبيانهم، ويقول بعضهم: هو الوادي الذي فيه كهفهم | مجاہد بن جبیر، الامام، تفسیر الامام مجاہد بن جبیر، تحقیق: ابو النیل، الدکتور، محمد بن عبدالسلام، ص:445
Mujahid bin Jubeir, Al-Imam. Tafsir Al-Imam Mujahid bin Jubeir, Tahqiq: Dr. Muhammad bin Abdul Salam Abu Al-Nil, p. 445

[24] الذھبی، محمد بن احمد، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، ط:3، 1405ھ – 1985ء، المکتبہ الشاملہ، ص:325
Al-Dhahabi, Muhammad bin Ahmad, Shamsuddin. Siyar A'lam Al-Nubala, 3rd Edition, 1405H/1985, Al-Maktaba Al-Shamilah, p. 325

[25] اسیر ادروی، تفسیروں میں اسرائیلی روایات، مکتبہ عثمانیہ، ص:259
Asir Adrwi. Tafaseeron Mein Isra'ili Riwayat, Maktaba Usmaniyyah, p. 259

کے لیے ان تفصیلات کی ضرورت نہیں ہے، اور بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صرف نظر کریں، کیونکہ اللہ نے ہمیں اس سے متعلق ہدایت دی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَیَقُوۡلُوۡنَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُہُمۡ کَلۡبُہُمۡ ۚ وَ یَقُوۡلُوۡنَ خَمۡسَۃٌ سَادِسُہُمۡ کَلۡبُہُمۡ رَجۡمًۢا بِالۡغَیۡبِ ۚ وَ یَقُوۡلُوۡنَ سَبۡعَۃٌ وَّ ثَامِنُہُمۡ کَلۡبُہُمۡ
قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ بِعِدَّتِہِمۡ مَّا یَعۡلَمُہُمۡ اِلَّا قَلِیۡلٌ فَلَا تُمَارِ فِیۡہِمۡ اِلَّا مِرَآءً ظَاہِرًا وَّ لَا تَسۡتَفۡتِ فِیۡہِمۡ مِّنۡہُمۡ اَحَدًا[26]

اصحاب کہف کے زمانہ اور مقام میں دخیل:

صاحبِ تبیان القرآن اصحاب کہف کے زمانہ اور مقام کے بارے میں مختلف روایات نقل کرتے ہیں۔ وہ "البحر المحیط" تفسیر کی روایت نقل کرتے ہیں کہ شام میں ایک کہف ہے جہاں مردے دفن ہیں، اور وہاں کے رہائشیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اصحاب کہف ہیں، جس میں ان کے ساتھ کلب رہتا ہے۔ اسی طرح، اندلس کے علاقے غرناطہ کے قریب "لوشتہ" نامی گاؤں کے قریب بھی ایک کہف ہے جس میں مردے ہیں اور ان کے ساتھ کلب رہا ہے، اور کچھ اجسام کا گوشت تحلیل ہو چکا ہے۔ مزید تبیان القرآن کے مصنف فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے اور مذہبا نصاری تھے اور سیاق وسباق سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی قوم بت پرست تھی۔ اور ان کے زمانہ کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا اصحاب کہف بڑے لوگوں کے بیٹے تھے ان کی قوم کی عید کے دن ایک اجتماع میں دیکھا۔ کہ ان کی قوم بتوں کی پوجا کرتی ہے۔ اور ان کو سجدہ بھی کرتی ہے جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خوف اور ڈر پیدا کیا اور جو غفلت کے پردے تھے وہ دور فرمادیئے اور ان کے دلوں میں ہدایت ڈال دی۔ تو اس پر ان کو یقین ہو گیا کہ ان کی قوم غلط عقائد پر ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت میں لگ گئے۔ ان میں سے ہر ایک جب سے توحید کا معتقد ہوا تھا وہ باقی لوگوں سے الگ ہو گیا اور یہ تمام نوجوان ایک جگہ پر جمع ہو کر رہنے لگے۔ تبیان القرآن کے مصنف اس روایت کو اکثر مفسرین اور مؤرخین کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن کسی کا نام ذکر نہیں کرتے۔

---

[26] القرآن، سورۃ الکہف 22:18

Al-Qur'an, Surah Al-Kahf 22:18

مزید بیان فرماتے ہیں کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ غار کس جگہ پر تھا اکثر علماء نے اس کے بارے میں یہ کہا ہے کہ یہ غار ایلہ سرزمین (بحر شام کے ساحل پر یہود کا ایک شہر) میں موجود ہے۔ ایک روایت یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ وہ ارض نینویٰ (عراق کے مضافات میں کربلا وغیرہ پر مشتمل علاقہ) میں ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ بلقاء (اردن کا وہ علاقہ جو دریائے اردن کے مشرق میں ہے) میں ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ان کے شہر کے لوگ اس جگہ اس غار کی جگہ تک نہیں پہنچ سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی انکھوں کو اس غار سے اندھا کر دیا تھا۔ ان کے معاملہ میں ان کا آپس میں اختلاف تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کے اوپر ایک دیوار بنا دو تا کہ اصحاب کہف اس سے نکل نہ سکیں یا اس غار میں کوئی ایسی چیز داخل نہ ہو سکے جو ان کو تکلیف پہنچائے۔ [27]

تحقیق اور تنقید :

یہ بات واضح ہے۔ کہ نہ تو قرآن مجید نے اصحاب کہف کے زمانہ کا ذکر کیا اور نہ ہی ان کے مقام کے بارے میں کوئی اشارہ دیا ہے۔ اسی طرح سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاملے میں خاموش ہے اس کے بعد اگر کچھ رہ جاتا ہے۔ تو وہ صرف قیاس آرائیاں اور ظن پر مبنی باتیں رہ جاتی ہیں۔ جو نہ تو کسی تحقیق کا حصہ ہیں اور نہ ہی کسی اجتہاد کا حصہ ہیں۔ اس معاملے میں کسی قسم کی بحث یا غور و فکر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن ہمیں حکمت و عبرت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ ہم صرف واقعتاً اس قصہ سے سبق حاصل کریں۔ نہ کہ اس کے زمانہ و مقام کے بارے میں کھوج میں مشغول ہوں۔ الدکتور مصطفیٰ مسلم اس قصے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وصرف الاهتمامات إلى أي عنصر آخر في القصة تبديد للطاقات العقلية والملكات النفسية وصرفها عن التفاعل مع الغرض الأساسي الذي سيقت القصة من أجله۔"[28]

ترجمہ: "اور کہانی میں دلچسپی کو کسی اور عنصر کی طرف موڑنا ذہنی صلاحیتوں اور نفسی قوتوں کے زیاں کا باعث بنتا ہے اور انہیں اس بنیادی مقصد سے دور کر دیتا ہے جس کے لیے کہانی بیان کی گئی تھی"

---

[27] سعیدی، تبیان القرآن، ص 51-49 ، بتصرف یسیر
Saidi, Ghulam Rasool. Tibyan Al-Qur'an, Fareed Book Stall, p. 49-51, bi tasarruf yaseer

[28] مصطفی مسلم، الدکتور، مباحث في التفسير الموضوعي، دار القلم دمشق، ط:3، 1421ھ/ 2000ء، ص: 202
Mustafa Muslim, Dr. Mabahith fi Al-Tafsir Al-Mawdu'i, Dar Al-Qalam, Dimashq, 3rd Edition: 1421H/2000, p. 202

الدکتور محمد ابوزہرہ اس قصہ کے متعلق فرماتے ہیں:

> **"تصدى القرآن الكريم لبيان أهل الكهف بما لم يتصد به كتاب مقدس، ولا نريد أن نخوض في أمر لم يخض فيه القرآن فلا نريد أن نرجم بالغيب، ولا أن نسير وراء الظنون، والقرآن ليس كتاب تاريخ ولكنه كتاب عظة واعتبار، وكل ما فيه صدق لَا مجال للريب فيه."** [29]

ترجمہ: "قرآن مجید نے اصحاب کہف کی کہانی کو اس انداز میں بیان کیا ہے. جس طرح کسی اور مقدس کتاب میں نہیں کیا گیا ہم اس موضوع میں بحث نہیں کرنا چاہتے۔ جس پر قرآن نے بحث نہیں کی۔ ہم نہ تو غیب کی باتوں پر قیاس کرتے ہیں اور نہ ہی ظنون کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں۔ قرآن میں صرف کہف کی خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس کے مقام کے بارے میں کچھ نہیں بتایا"

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کیا ہے اور ہم سے اس کے فہم اور تدبر کا مطالبہ کیا ہے، مگر اللہ نے اس کہف کے مقام کا ذکر نہیں کیا کیونکہ ہمیں اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا اور نہ ہی اس کا کوئی شرعی مقصد تھا۔ بعض مفسرین نے اس کے بارے میں قیاس کیا ہے، اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ کہاں واقع ہے۔ اگر ہمیں اس کی کوئی دینی مصلحت ہوتی تو اللہ اور اس کے رسول ہمیں اس کا راستہ دکھا دیتے۔[30] یہ روایات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ ہمیں قرآن کی اصل ہدایت پر دھیان دینا چاہیے اور ان غیر ضروری تفصیلات میں نہیں پڑنا چاہیے جو کہ کسی بھی دینی فائدے سے عاری ہیں۔

اصحاب کہف کے ناموں اور تعداد میں دخیل:

سعیدی صاحب نے اصحاب کہف کے ناموں کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔ کہ اصحاب کہف سات تھے۔ اور ان کے نام یملیخا، مکسلمینا، مسلثینا، مرنوس، دبرنوس اور سادنوس، ان میں سے جو پہلے تین تھے۔ وہ بادشاہ کی دائیں جانب ہوتے تھے۔ اور دوسر تین بادشاہ کے بائیں جانب ہوتے تھے۔ اور بادشاہ جب بھی کوئی معاملہ کرتا تو ان سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ اور ساتواں شخص وہ چرواہا تھا جو اس وقت ان کے ساتھ مل گیا تھا جب وہ ابتداء غار کی طرف جا رہے تھے۔ کتے کا نام قطمیر ذکر کرتے ہیں۔

---

[29] زہرۃ، محمد احمد مصطفیٰ، زہرۃ التفاسیر، جامع الکتب الاسلامیۃ، ج:9، ص: 4491
Zahra Al-Tafasir, Jami' Al-Kutub Al-Islamiyyah, Vol 9, p. 4491

[30] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مترجم، محمد کرم شاہ، ج:3، ص:133، بتصرف یسیر
Ibn Kathir, Tafsir Ibn Kathir, Tarjumah: Muhammad Karam Shah, Vol 3, Zia-ul-Qur'an Publications, Lahore, p. 133, bi tasarruf yaseer

تحقیق وتنقید:

اگراس روایت کے سندی پہلو کو دیکھا جائے تو حافظ ابن کثیر نے اپنی تحقیق میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ابن اسحاق کے کلام میں سے ہے اور اصل میں اہل کتاب سے ماخوذ ہے، جس کی صحت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح، امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اصحاب کہف کے نام عجمی (غیر عربی) ہیں اور ان کی معرفت کا کوئی مضبوط اور قابل اعتماد ذریعہ نہیں۔[31]

یہ نام بعض دیگر روایات میں مختلف انداز سے بیان ہوئے ہیں مفسرین کے ہاں ان کے ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسے کہ ابن کثیر نے کہا: وہ آٹھ لوگ تھے جن کے نام درج ذیل ہیں مکسلمینا، یملیخا، مرطونس، کسطونس، بیرونس، دنمیوس، یطیونس اور قالوش، ان میں سے پہلا سب سے بڑا تھا۔ جنہوں نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے بادشاہ کے سامنے گفتگو بھی کی۔[32] خازن نے ابن عباس سے روایت کی اور انہوں نے کہا کہ ان کے مکسمینا، تملیخا، مرطونس، بینیونس، سارینونیس، ذانوانس، کشفیططونس اور کتے کا نام قطمیر ذکر کرتے ہیں۔[33] آلوسی نے کہا: " یہ نام ابن عباس سے صحیح طور پر منقول ہیں: مکسلمینا، یملیخا، مرطولس، تبیونس، دردونس، کفاشیطیطوس، ومنطنواسیس (جو کہ چرواہا تھا)، اور کلب کا نام قطمیر تھا۔"[34]

جبکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق صرف اتنی بات ارشاد فرمائی ہے:

"فَلَا تُمَارِ فِيهِم"[35]

ترجمہ: یعنی "آپ ان کے بارے میں کسی سے بحث وتمحیص نہ کریں۔"

---

[31] ابن کثیر، تفسیرابن کثیر، مترجم، محمد کرم شاہ، ج:3، ص:138 ، بتصرف یسیر
Ibn Kathir, Tafsir Ibn Kathir, Tarjumah: Muhammad Karam Shah, Vol 3, Zia-ul-Qur'an Publications, Lahore, p. 138, bi tasarruf yaseer

[32] سعیدی، تبیان القرآن، ص:138
Saidi, Tibyan Al-Qur'an, p: 138

[33] الخازن، علاءالدین علی بن محمد بن، لباب التاويل في معانی التنزیل، دار الکتب العلمیۃ-بیروت، ط:1، 1415ھ، ج:3، ص:161
Al-Khazin, Alauddin Ali bin Muhammad bin. Lubab Al-Ta'wil fi Ma'ani Al-Tanzil, Dar Al-Kutub Al-Ilmiyyah, Beirut, 1st Edition, 1415H, Vol 3, p: 161

[34] البغدادی، محمود بن عبداللہ بن الالوسی، روح المعانی فی تفسیرالقرآن لعظیم والسبع المثانی، ط:1، 1431ھ/ 2010ء، ج:15، ص:278
Al-Baghdadi, Mahmood bin Abdullah bin Al-Alusi. Ruh Al-Ma'ani fi Tafsir Al-Qur'an Al-Azim wa Al-Sab' Al-Mathani, 1st Edition, 1431H/2010, Vol 15, p. 278

[35] القرآن، سورۃ الکہف18:22
Al-Qur'an, Surah Al-Kahf 18:22

مفسرین سے جتنی بھی روایات ناموں کے حوالے سے نقل ہیں۔ وہ نہ تو صحیح اسناد پر مبنی ہیں۔ اور نہ ہی کوئی خاص فائدہ رکھتی ہیں۔ حقیقت میں ایسی باتوں کی تعین کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور اگر اس کو کوئی اہمیت ہوتی تو قرآن کریم ان کے ناموں کو ضرور ذکر کرتا۔ اور جو باتیں قرآن کریم میں بیان نہیں کی گئی وہ سنت مطہرہ میں بھی نہیں بیان ہوئیں۔ اس طرح کی تفصیلات کے تعین نہ تو علم میں اضافہ کرتی ہے۔ اور نہ ہی اس کے نہ جاننے سے کوئی نقصان ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم میں بیان کی گئی مبہم باتوں (لوگوں کے اور ممالک کے ناموں کی تفصیل) اور صرف نقلی دلائل سے ہی جانا جا سکتا ہے۔ اس میں رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اصول تو یہ ہے کہ اگر کوئی مبہم بات قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے تو قرآن سے ہی اس کی تفسیر کو سمجھنے کی کوشش کریے۔ اگر وہاں پر وضاحت نہ ملے تو صحیح حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور ان دونوں مستند مصادر کے سوا کسی اور جگہ نہ جائے۔ اس کے بعد جو بات قرآن یا حدیث میں وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کی گئی اس کے پیچھے نہ پڑا جائے۔ اور اس پر تحقیق کرنا ایک فالتو کام ہے۔ اگر کوئی اس سے ہٹ کر رائے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہو گی جو اللہ تعالیٰ نے نہ کہی ہو۔ لہذا ایسی باتوں کی گہرائی میں جانا۔ انسان کا خود کو فضول بحث میں مشغول کرنا ہے اور قرآن کے نصوص کے مطابق ہدایت سے بھی ہٹ جانا ہے

تجزیہ ونتائج:

سابقہ تفسیری کاموں کے تجزیے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصہ اصحاب کہف میں بے شمار اسرائیلیات اور غیر مستند روایات شامل کر دی گئی ہیں، جن کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے۔ محققہ نے اپنی تحقیق میں "تبیان القرآن" کی روشنی میں قصہ اصحاب کہف میں موجود ان دخیلی عناصر کا نقادانہ جائزہ لیا ہے جو تفسیری اصولوں اور قرآنی حقائق کے منافی ہیں۔ یہ تحقیقی کام نہ صرف قرآنی تفہیم میں دخیلی عناصر کے اثرات کو واضح کرتا ہے بلکہ مستند تفسیر کے اصولوں کی روشنی میں ایک علمی راہ متعین کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔

☆ قرآن کریم ہی واحد مستند اور یقینی ذریعہ ہے جو خبریں، معلومات اور قصے بیان کرتا ہے۔ یہ ہر دوسری سابقہ یا بعد کی خبر سے بے نیاز کرتا ہے، اور کمزور روایات اور ضعیف خبروں کو اپنانا جائز نہیں۔

☆ قرآن کریم قصصِ انبیاء اور پچھلی امتوں کے واقعات کو اجمالی انداز میں بیان کرتا ہے اور صرف نصیحت کے پہلو کو نمایاں کرتا ہے۔ وہ واقعات کی تفصیلات اور جزوی مسائل میں نہیں جاتا، سوائے اس حد تک جو اصل مقصد اور عمومی ہدایت کے لیے ضروری ہو۔

☆ غیر مستند اور بے اصل باتوں میں پڑنے سے قاری اور طالب علم قرآن کے اصل پیغام سے دور ہو جاتا ہے اور قرآن کا جو اعلیٰ مقصد ہے، اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

☆ غیر مستند روایات (دخیل) کا خطرہ بہت بڑا ہے کیونکہ یہ اسلامی عقیدہ، فرد، مسلم معاشرے اور امت کے علمی ورثے کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ یہ وقت اور توانائی کو ضائع کرتی ہیں اور اسلامی فکر کو ان چیزوں میں مشغول کر دیتی ہیں جن میں کوئی بھلائی نہیں۔

☆ دخیل روایات بدعات کے پھیلاؤ اور خرافات کے رواج کا ایک بنیادی سبب ہیں جو امت میں غلط نظریات کو عام کرتی ہیں۔

☆ قدیم اور جدید تمام تفاسیر کسی نہ کسی درجے میں دخیل روایات سے متاثر ہوئی ہیں، البتہ ان میں فرق پایا جاتا ہے کہ کسی نے کم لیا اور کسی نے زیادہ۔

☆ تفاسیر میں دخیل روایات پر بات کرنا مفسرین پر تنقید یا ان کی تنقیص کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کے علمی ورثے سے استفادہ کرتے ہوئے ان کمزوریوں کو پہچانا جائے۔

☆ معاصر مفسرین قدیم مفسرین کی نسبت دخیل اور اسرائیلی روایات کو کم اپناتے ہیں، لیکن ہر عالم سے لغزش ہو سکتی ہے، اور ہر ماہر سے غلطی ہو سکتی ہے۔ صرف اللہ ہی کامل ذات ہے۔